برصغیر میں بابر و ہمایوں کا عہد حکومت(1526۔1540):ایک تجزیاتی مطالعہ

The Reign of Babar and Humayun in the Subcontinent (1526-1540): An Analytical Study

منزہ حیات*

Abstract

Babar is prominent among all the Mughal kings because he is the founder of the Mughal Empire in the subcontinent. He was a man of many high qualities. He is the author of wonderful book Tazak Babri. It is not rhetoric, but a description of what has been observed. In addition to Tuzak Babri, he invented the Babri script and wrote several copies of the Qur'an in this style and sent them to Mecca. A study of the Babri period shows that he promoted the principle of tolerance and religious harmony. He did not kill anyone on the basis of differences. He behaved sympathetically despite winning wars. Humayun was knowledgeable and gentle. He was known for his cheerfulness, gentleness and social interaction. Although Humayun was a brave man but he could not control the army like Babar. In the same way, his brothers quarreled with him and put obstacles in his way. All these reasons led to his failure against Sher Shah Suri. Humayun had a special interest in morphology and mathematics. He himself was a poet and an appreciator of poets. This article is an analytical study of the Babar and Humayun's eras.

Keywords: Sub-Continent, Babar, Humayun's Reign, An Analytical Study.

بابر تمام مغل بادشاہوں میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے کیونکہ وہ برصغیر میں سلطنت مغلیہ کا بانی ہے۔وہ کئی اعلیٰ اوصاف کا حامل انسان تھا۔وہ بیک وقت صاحب سیف وصاحب قلم تھا۔اس کی لکھی ہوئی تزک بابری ایک شاندار کتاب ہے۔ بابری دور کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس نے اپنے دور میں رواداری کے اصول کو فروغ دیااور مذہبی اختلاف کی بنیاد پر کسی کو قتل نہیں کرایا۔اس نے جنگوں میں کامیابی کے باوجود رحم دلی کابرتاؤ کیا۔ہمایوں علم دوست اور نرم طبیعت کامالک تھا۔وہ اپنی خوش خلقی،نرم مزاجی اور سماجی میل جول کے باعث مشہور تھا۔ہمایوں اگرچہ ایک بہادر انسان تھالیکن آرام طلب اور عیش پسند تھا۔فوج کو بابر کی طرح قابو میں نہیں رکھ سکتا تھا۔ہمایوں کو علم ہیئت اور ریاضی سے خاص دلچسپی تھی وہ خود ایک شاعر تھااور شاعروں کاقدردان بھی تھا۔زیر نظر مقالہ میں بابر اور ہمایوں کے ادوار کا تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے۔

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاءالدین زکریایونیورسٹی،ملتان۔

عہد حکومت کا تعارف:

مغلوں[1] کی تاریخ عام طور پر چنگیز خان کے عہد سے شروع ہوتی ہے۔ تیمور کا مغلوں سے دور کا تعلق تھا در حقیقت وہ چغتائی ترک تھا۔ ان میں مغلوں کی نہیں بلکہ ترکوں کی خصوصیات تھیں۔ بابر امیر تیمور کی نسل میں سے تھا[2]۔ بابر کا ہندوستان پر حملے کرنے کا اصلی باعث ایک لودھی شہزادہ کی طرف سے امداد کی اپیل تھی۔ یہ شہزادہ علاء

---

[1] ہندوستان میں بابر کے خاندان کے لیے مغل نام پہچان بنا حالانکہ نسلاً یہ مغل نہیں بلکہ ترک تھے۔ بابر بذات خود مغلوں یا منگولوں کو پسند نہیں کرتا تھا اور ''توزک بابری'' میں اس نے انہیں غیر مہذب اور ادب و آداب سے عاری کہا ہے۔ یہ ضرور تھا کہ بابر کے خاندان میں چنگیز خان کے خاندان سے شادی بیاہ کے رشتے ہوئے تھے۔ تیمور نے چنگیزی خاندان میں شادی کر کے اپنے لیے ''گورگان'' یا'' داماد'' کا خطاب اختیار کیا تھا، بابر کی ماں کا تعلق بھی چنگیزی خاندان سے تھا، اس لیے وہ اس خاندانی رشتہ پر فخر ضرور کرتے لیکن خود کو انہوں نے کبھی مغل نہیں کہا۔ سب سے پہلے انہیں مغل کا نام دینے والے ایک صوفی شیخ عبد القدوس گنگوہی تھے جنہوں نے ۱۵۳۸ء میں اس خاندان کے لیے شاید غلطی سے اس نام کا استعمال کیا، بعد میں تاریخ فرشتہ کے مصنف محمد قاسم اور منتخب اللباب کے مصنف خافی خان نے اس اصطلاح کو استعمال کیا۔ اس کے بعد یورپی سیاحوں اور تاجروں نے اسے پوری دنیا میں پھیلا دیا، یہاں تک کہ اب مغل شان و شوکت، دولت اور طاقت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مغل خاندان نے اپنے لیے یا تو'' خاندان تیموریہ'' کی اصطلاح استعمال کی اور یا'' خاندان چغتائیہ'' کیونکہ جس علاقہ سے یہ آئے تھے وہاں کے رہنے والے چغتائی ترک کہلاتے تھے۔ ہم عصر مؤرخین نے ان کے لیے یہی دو نام استعمال کیے ہیں۔ مبارک علی، ڈاکٹر: **عہد وسطیٰ کا ہندوستان**، (لاہور، سانجھ ٹیمپل روڈ، ۲۰۰۸ء)، ۵۷

[2] بابر ۱۴۸۳ میں عمر شیخ مرزا کے گھر پیدا ہوا۔ اس کی ماں قتلغ نگار خانم چنگیز خان کے خاندان کے ایک معزّز امیر مشرقی ترکستان کے حکمران یونس خان تاتاری کی بیٹی تھی۔ عمر شیخ مرزا وسط ایشیا میں ایک چھوٹی سی ریاست فرغانہ کا حکمران تھا۔ بابر کا باپ عمر شیخ مرزا، امیر تیمور کے دوسرے بیٹے حسین مرزا(حاکم عراق) کا پوتا تھا تیمور کی میراث کے لیے اس کی اولاد میں چھینا جھپٹی ہوتی رہتی تھی۔ اسی میں ولایت فرغانہ عمر شیخ کے ہاتھ آ گئی۔ 1494 میں محمد بابر کا باپ عمر شیخ مرزا کبوتر خانہ کی چھت پر سے گر کر ہلاک ہو گیا، لہٰذا بابر نے بارہ سال کی عمر میں اندجان کی حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی۔ اراکین سلطنت کے صلاح مشورہ سے ظہیر الدین لقب اختیار کیا اور فرغانہ کے تخت پر اپنے باپ کا ولی عہد بن کر بیٹھا۔ جب عمر شیخ 1494 میں وفات پا گیا تو بابر کے چچا احمد مرزا اور اس کے ماموں سلطان محمود نے بابر کو کم عمر سمجھ کر اس کی ریاست پر حملہ کر دیا لیکن بابر کے اراکین سلطنت نے مخلصی سے کام لیا اور ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ان کے حملے کو ناکام بنا دیا۔ بابر کے چچا احمد مرزا حاکم سمرقند نے جب وفات پائی تو کافی جدوجہد کے بعد بابر نے 1497 میں سمرقند پر قبضہ کر لیا

الدین ابراہیم کا چچا سلطان ابراہیم تھا جو کابل آیا اور بابر سے تخت دہلی حاصل کرنے میں امداد کا خواہاں ہوا۔ اس کے ساتھ ہی پنجاب کا صوبیدار دولت خان اعلانیہ سلطان ابراہیم لودھی سے منحرف ہو گیا اور اس نے بابر کو پنجاب میں آنے کے لیے مدعو کیا۔ بابر نے دعوت منظور کر لی کیونکہ ہندوستان کو فتح کرنے کا یہ بہترین موقع تھا۔ اس نے مسلسل چار مرتبہ ہندوستان پر حملے کیے اور پانچویں مرتبہ کامیابی اس کا مقدّر بنی۔[3] 1526 میں بابر نے ہندوستان پر آخری بھر پور حملہ کیا۔ شہزادہ ہمایوں بھی باپ کی مدد کے لیے ایک بڑے لشکر کے ساتھ بدخشاں سے بابر کے پاس پہنچ گیا۔ پانی پت کے مقام پر جنگ ہوئی جس میں ابراہیم لودھی کو شکست ہوئی۔ ابراہیم لودھی اس معرکہ میں مارا گیا اس کی شکست اور موت کے ساتھ ہی ہندوستان میں پٹھانوں کی حکومت ختم ہو گئی اور اس کی جگہ خاندان مغلیہ نے لے لی۔[4]

دہلی فتح ہو چکا تھا لیکن صرف دہلی کے فتح کرنے سے ہندوستان فتح نہیں ہوا تھا۔ مرکزی حکومت (سلطنت دہلی) کی کمزوری سے تمام اطراف کے صوبیدار خود مختار ہو گئے تھے۔ شمالی ہندوستان میں چتوڑ کے

لیکن اُزبک قوم نے اپنے سردار محمد شیبانی کی سرکردگی میں بابر پر حملہ کر دیا لہٰذا بابر کو سمرقند چھوڑنا پڑا۔ اس کے بعد بابر نے کابل پر اپنی حکومت قائم کرنے کا ارادہ کیا۔ اس کا چچا الغ بیگ کچھ عرصہ پہلے وفات پا چکا تھا۔ کابل کی سلطنت پر چونکہ اس کے خاندان کی حکمرانی رہی تھی اس لیے اسے کابل پر قبضہ کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ کابل نے اس کی چھوٹی سی فوج کے سامنے جلد ہتھیار ڈال دیئے۔ یوں بغیر خون ریزی کیے بابر نے کابل اور غزنی پر قبضہ کر لیا۔ ماوراالنہر کے لیے ازبکوں کی جنگ جاری رہی۔ ایرانیوں کی مدد سے وہ تین دفعہ تیمور کے پایہ تخت سمرقند پہنچا اور ہر دفعہ شکست سے دوچار ہونے کے بعد اسے چھوڑنا پڑا۔ آخری مرتبہ غجدوان میں خون ریز معرکہ ہوا ازبکوں نے نمایاں فتح حاصل کی۔ بابر اور ایرانی حلیفوں کی ہمتیں شکست کھا گئیں۔ ابو الفضل لکھتا ہے پھر "الہام غیبی" سے ماوراالنہر کا ارادترک اور ہندوستان کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ **فرشتہ: تاریخ فرشتہ**، مترجم خواجہ عبدالحئ، (لاہور، بک ٹاک ٹیمپل روڈ، ۱۹۹۱)، ۲: ۹۱؛ زین العابدین سجاد میرٹھی، مفتی، انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی، مفتی: تاریخ ملت، (لاہور، ادارہ اسلامیات انارکلی، ۱۹۹۱ء)، ۳: ۲۶۴

[3] **فرشتہ: تاریخ فرشتہ**، مترجم خواجہ عبدالحئ، ۲: ۱۱۴

[4] ایضاً، ۱۱۹، اس سلسلے میں اس نے پہلے پہل قندھار اور ہزارہ کے علاقے فتح کیے۔ ۱۵۱۸ء میں اس نے ہندوستان اور افغانستان کے وسطی علاقے فتح کیے۔ ۱۵۱۹ء میں اس نے پہلا حملہ ہندوستان پر کیا اور باجوڑ کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ ۱۵۲۰ میں وہ سیالکوٹ تک آ گیا پھر مسلسل حملے کر کے پنجاب کا علاقہ فتح کر لیا۔ **فرشتہ: تاریخ فرشتہ**، ۲: ۱۱۹

راجپوتوں کا سردار راناسنگ رام عرف راناسانگا کو بہت اقتدار حاصل تھا۔ بابر کا سب سے بڑا معرکہ ۱۵۲۷ء میں اسی کے ساتھ ہوا۔ راناسانگانے لڑائی کے لیے ایک زبردست لشکر تیار کیا، یہ دیکھ کر بابر نے فوج کے سامنے حوصلہ افزائی کے انداز میں تقریر کی۔ بابر کی تقریر سے فوج میں حوصلہ پیدا ہو گیا اور خود بھی بابر نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے ہوئے ہمیشہ کے لیے شراب نوشی ترک کرنے کا عہد کیا۔[5] آگرہ سے کوئی بیس میل مغرب میں مخالف فوج کے قریب پڑاؤ پڑا۔ میدان کے قریب ایک گاؤں کنواہہ واقع تھا، جو ہندوستان کی ایک ریاست کی سرحد کے اندر اب بھی آباد ہے اسی کے نام سے یہ جنگ موسوم ہوئی اور جنگ کنواہہ کہلائی۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی لیکن راجپوت بابر کا مقابلہ نہ کر سکے اور شکست کھا گئے بابر فتح یاب ہوا۔[6] اگلے دو سالوں میں چندیری، بنگال اور بہار کی مہمات میں مصروف رہا، ان مہمات سے فارغ ہونے کے بعد بابر واپس دار الحکومت آگرہ آگیا۔ ۱۵۳۰ء میں بابر بیمار ہو گیا علاج معالجہ کا بھی کوئی اثر نہ ہوا بلکہ اس کے برعکس مرض بڑھتا گیا آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ بابر اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا ان دنوں شہزادہ ہمایوں کالنجر کے قلعہ کی تسخیر کے لیے گیا ہوا تھا۔ بابر نے اسے واپس دار السلطنت بلا لیا اور اپنا جانشین مقرر کیا۔ ۱۵۳۰ء میں بابر کئی مہینے بیمار رہ کر وفات پا گیا۔ اس کی وصیت کے مطابق اس کی نعش کابل روانہ کر دی گئی۔[7]

سیاسی اعتبار سے سلاطین دہلی کی طرح مغل بادشاہوں نے بھی اس کی ضرورت محسوس کی کہ راجپوت جاگیری عناصر کو مسخر کرنے کے ساتھ بعض مندروں کو بھی گرادیں۔ بالخصوص ایسی حالت میں جب ان سامنتوں نے اطاعت تسلیم کرنے کی بجائے شہنشاہ دہی کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہو، اس ضمن میں رنتھمبور، چتوڑ، کانگڑہ، بنارس اور بعض دوسری جگہوں کے مندر اور شوالے آتے ہیں لیکن یہ عام مذہبی مسلک نہیں بلکہ سیاسی مصلحت کے مظاہر ہیں۔[8]

---

[5] ہاشمی فرید آبادی، **محمد بن قاسم سے اورنگ زیب عالم گیر تک**،(،لاہور: ادارہ معارف اسلامی، منصورہ،۱۹۸۹ء)، ۳۹۵

[6] ایل ایف رش بروک ولیمز، **ظہیر الدین محمد بابر**، مترجم ڈاکٹر رفعت بلگرامی،(لاہور: طیب پبلشرز غزنی اسٹریٹ،۲۰۰۵ء)، ۱۴۱

[7] ایضاً

[8] مبارک علی، **تاریخ اور مؤرخ**،(لاہور: فکشن ہاؤس مزنگ روڈ،۲۰۰۲ء)، ۸۰

بابر کا علمی و ادبی ذوق:

بابر تمام مغل بادشاہوں میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے کیونکہ وہ سلطنت مغلیہ کا بانی ہے۔ انتظامی اور عسکری صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ بابر مختلف علوم و فنون سے گہری دلچسپی رکھتا تھا۔ وہ بیک وقت صاحب سیف و صاحب قلم تھا، فارسی اور ترکی دونوں زبانوں میں شعر کہتا تھا۔ اس کی لکھی ہوئی تزک بابری ایک شاندار کتاب ہے۔ اس میں لفاظی نہیں بلکہ مشاہدہ کی ہوئی چیزوں کا بیان ہے۔ تزک بابری کے علاوہ اس نے خط بابری ایجاد کیا اور اس طرز تحریر میں قرآن مجید کے کئی نسخے لکھ کر مکّہ شریف بھجوائے۔ فقہ حنفی کے بارے میں بھی کافی معلومات رکھتا تھا۔ اس موضوع سے متعلق اس کی ایک تصنیف ہے جس کا نام "مبین" ہے۔ شیخ زین الدین خوافی نے "مسین" کے نام سے اس کی ایک شرح لکھی۔[9] بابر کتب جمع کرنے سے بہت دلچسپی رکھتا تھا۔ وہ سفر و حضر میں کتب خانہ ساتھ رکھتا تھا۔ 1523 میں جب وہ ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو لاہور کے پاس غازی خان سے متصادم ہوا۔ غازی خان کو شکست ہوئی تو بابر اس کے قلعہ میں داخل ہو گیا جہاں اسے کافی دولت ملی لیکن بابر کے لئے سب سے قیمتی سرمایہ غازی خان کا کتب خانہ تھا۔ غازی خان بڑا علم دوست تھا۔ جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ شاعری کا بھی ذوق رکھتا تھا۔ اس نے ہر قسم کی عمدہ اور خوش خط کتب جمع کر رکھی تھیں۔ بابر نے ان کتب میں سے کچھ اپنے لئے مخصوص کر لیں اور کچھ شاہزادہ ہمایوں اور کچھ شاہزادہ کامران کے لئے کابل روانہ کر دیں۔[10] بابر چونکہ علم دین سے دلچسپی رکھتا تھا اس لئے اس نے فقہی مسائل پر مشتمل فارسی زبان میں کتاب لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جسے شیخ نور الدین خوافی نے (زین الدین خوافی[11] کی اولاد میں سے تھے) پورا کیا۔ انہوں نے ہرات میں پرورش پائی اور شیخ الاسلام سیف الدین احمد

---

[9] اسحاق بھٹی، محمد مولانا، **برصغیر پاک وہند میں علم فقہ**، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ، ۱۹۷۳ء)، ۲۳۵

[10] صباح الدین عبدالرحمٰن، سید، **بزم تیموریہ**، (اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۱۹۴۸ء)، ۲۳

[11] آپ مشہور ولی تھے۔ ہرات میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی اپنے بڑے بھائی نورالدین محمد خوافی سے تعلیم حاصل کی اور ان کے ساتھ قندھار کا سفر کیا وہاں سے کابل گئے، وہاں ان کے بھائی نورالدین ۱۵۰۲ء میں وفات پاگئے۔ اس کے بعد مولانا زین الدین خوافی نے بابر بادشاہ کا تقرب حاصل کیا اور سفر و حضر میں اس کے ساتھ رہے۔ وہ ہندوستان گیا تو آپ کو ساتھ لے گیا اور صدارت کے منصب پر فائز کیا۔ پھر آپ نے آگرہ میں قیام فرمایا اور وہاں ایک عظیم الشان مدرسہ اور بڑی مسجد تعمیر کی۔ مولانا زین الدین خوافی کی تاریخ ہند سے متعلق ایک تصنیف لطیف بھی ہے۔ وہ بہت اچھے شاعر بھی تھے۔ ۱۵۳۳ء میں چنار گڑھ میں وفات پاگئے ان کی میت

سے تعلیم حاصل کی جو ملا سعد الدین تفتازانی کے اخلاف میں سے تھے۔ شیخ نور الدین خوافی نے مستند رویات اور کتب کی مدد سے شرعی مسائل کی جمع و تدوین کا کام شروع کیا۔ ہدایہ، الکافی، شرح وقایہ، شرح مختصر الوقایہ، الخزانہ، فتاویٰ قاضی خان وغیرہ کتب فقہ سے ایک کتاب تصنیف کی اور اس کا نام "فتاوی بابری" رکھا۔[12]

بابر نے ہندوستان میں یہاں کے بزرگوں سے بھی تعلقات قائم کیے، ان میں ایک حضرت عبد القدوس گنگوہی[13] تھے، جنہوں نے بابر کو ایک خط لکھا کہ عالی ظرف لوگ دنیا کو آخرت کی ایک کھیتی سمجھتے ہیں اور جو کچھ دنیا میں کرتے ہیں خدا ہی کے لیے کرتے ہیں۔ اللہ کے حکم کی تعظیم خلق اللہ کی شفقت سے وابستہ ہے اور اسی پر عمل کرنے سے ابدی فلاح حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے لوگوں کے سروں پر عدل کا سایہ اس طرح قائم کریں کہ کوئی فرد کسی دوسرے پر ظلم نہ کرے۔[14]

آگرہ منتقل کی گئی اور وہاں اپنے مدرسہ میں دفن کیے گئے۔ عبد الحئ حسنی، **نزہۃ الخواطر**،(ملتان: ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ، ۱۹۹۱ء)، ۴: ۱۲۰

12 ہندوستان کے کتب خانوں میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں۔ پٹنہ لائبریری میں بھی اس کا نسخہ موجود ہے اس کے فارسی مخطوطات کی فہرست میں تصنیف کے ساتھ مصنف کے مختصر حالات بھی درج ہیں۔ اسحاق بھٹی، محمد موالانا، **برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ**، ۲۳۶؛ کیٹلاگ مخطوطات فارسی، پٹنہ لائبریری، ۱۴: ۸۶

13 عبد القدوس گنگوہی(۱۴۵۶ء۔۱۵۳۸ء) سلسلہ مداریہ، نظامیہ کے صوفی، درویش، عالم بزرگ تھے۔ ۱۴۹۱ء میں جب دلی کے حالات خراب ہوئے تو ترک وطن کرکے شاہ آباد آگئے اور یہاں اڑتیس سال تک ارشادو تلقین میں مشغول رہے۔ آخری عمر میں گنگوہ تشریف لے گئے اور وہیں پر ۱۵۳۷ء میں وفات پائی۔ شروع میں تو آپ مشائخ چشت کے قدیم اصول کے مطابق سیاست و سلاطین سے الگ رہے ۔لیکن بعد میں انہیں سیاست میں حصہ لینا اور سلاطین سے ربط پیدا کرنا پڑا۔ آپ نے اپنے ایک طویل خط میں سکندر لودھی کو عام خلق اور اور علماء کی نگہداری پر خاص توجہ دلائی۔ آپ نے عوارف المعارف کی شرح لکھی اور ابن عربی کی تصنیف فصوص الحکم پر حاشیہ تیار کیا۔ قاسم محمود: **شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا**،(لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار، ۲۰۰۵ء)، ۲: ۱۱۳۱

14 ذکا اللہ دہلوی، **تاریخ ہندوستان**،(لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء)، ۲: ۲۵۶؛ صباح الدین عبد الرحمٰن، **بابر اور اس کا ہندوستان**،(لاہور: پرنٹ لائن پبلشرز، لنک روڈ، ۲۰۰۱ء)، ۳۱۶

بابر کی سیاسی حکمت عملی:

بابر جب ہندوستان آیا تو اسے یہ دیکھ کر بڑی حیرانگی ہوئی کہ ہندوستان میں تمام کاریگر، افسر اور مزدور پیشہ لوگ ہندو ہیں۔ اس دور میں ہندو، مسلمانوں کی فوجوں میں کام کرتے تھے اور مسلمان ہندوؤں کی فوج میں یہ تعلقات مذہب، رنگ اور نسل کے امتیازات پر قائم نہیں ہوئے تھے بلکہ ان کی اساس نمک حلالی کے اصول پر تھی۔[15] بابری دور کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس نے اپنے دور میں رواداری کے اصول کو فروغ دیا اور مذہبی اختلاف کی بنیاد پر کسی کو قتل نہیں کرایا۔ اس نے جنگوں میں کامیابی کے باوجود رحم دلی کا برتاؤ کیا۔ ڈاکٹر بنی پرشاد لکھتا ہے کہ اکبر (۱۵۵۵ء۔۱۶۰۵ء) کی بے مثل عظمت کو متاثر کیے بغیر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کی اس پالیسی کا بیج اس کے دادا بابر نے بویا تھا۔[16] (جیسا کہ ہمایوں کو کی گئی اس کی وصیت سے بھی یہ بات ظاہر ہوتی ہے) ہر چند وہ زیادہ عرصہ ہندوستان میں نہ رہ سکا لیکن اس نے اپنے بلند مشاہدے کی بدولت جلد ہی یہاں کی خصوصیات کو سمجھ لیا۔ اس نے شہزادہ ہمایوں کے لیے جو وصیّت لکھی وہ اس کی مدبرانہ قابلیت پر دلیل ہے۔ بابر لکھتا ہے:

فرزند من ہندوستان میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی عنایت ہے کہ اس نے تمہیں اس ملک کا بادشاہ بنایا ہے۔ اپنی بادشاہی میں تمہیں درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا ہوگا:

۱۔ مذہبی تعصب کو اپنے دل میں ہرگز جگہ نہ دینا، لوگوں کے مذہبی جذبات و مذہبی رسومات کا خیال رکھتے ہوئے کسی رعایت کے بغیر سب لوگوں کے ساتھ پورا انصاف کرنا۔

۲۔ گاؤکشی سے بالخصوص پرہیز کرنا تاکہ اس سے تمہیں لوگوں کے دل میں جگہ مل جائے اور اس طرح وہ احسان اور شکریے کے جذبات رکھتے ہوئے تمہارے مطیع ہو جائیں گے۔

۳۔ تمہیں کسی قوم کی عبادت گاہ نہیں گرانا چاہیے اور ہمیشہ سب سے پورا انصاف کرنا چاہیے تاکہ بادشاہ اور عوام کے تعلقات اچھے رہیں اور ملک میں امن وامان رہے۔

۴۔ اسلام کی اشاعت ظلم وستم کے مقابلے میں لطف واحسان کی تلوار سے بہتر ہو سکے گی۔

---

15 خلیق احمد نظامی، **سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات**، (لاہور: نگارشات ٹیمپل روڈ، ۱۹۹۰ء)، ۷۹

16 ارسکن ولیم، **بابر اور اس کا عہد**، ۵۵۶

۵۔ سنّی شیعہ اختلافات کو ہمیشہ نظر انداز کرتے رہنا کیونکہ ان اختلافات سے اسلام کے کمزور ہونے کا خدشہ ہے۔

۶۔ اپنے عوام کی مختلف خصوصیات کو سال کے مختلف موسم سمجھو تاکہ حکومت بیماری اور کمزوری سے محفوظ رہ سکے۔ [17]

اس وصیت نامہ سے اس کی یہاں کی فوجی مہمات کی حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اس کا مقصد غیر مسلموں کو نیچا دکھانا نہیں بلکہ اپنے اقتدار کو مستحکم کرنا تھا۔ چنانچہ اس راستے میں اگر مسلمان بھی رکاوٹ بنے جیسے لودھی حکمران، تو وہ ان سے بھی نبرد آزما ہوا۔ اس بنیاد پر اس نے ہندوؤں سے بھی جنگ کی۔ کرنل میلن اپنی کتاب میں سولہویں صدی کے وسط میں ہندوستان کی عام حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے بابر کے طرز حکومت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں جو افغانوں کا قائم کردہ طریقہ انتظام تھا اس میں نہ تو بابر نے کوئی بڑی تبدیلی کی اور نہ ہی ہمایوں نے بلکہ بابر تو ایک ایسے طرز حکومت کا عادی تھا جو ہندوستان کے طریقہ سلطنت سے کہیں بڑھ کر زبردست تھا۔ فرغانہ، سمرقند، بابل وغیرہ وہ جہاں کہیں بھی رہا اپنے دارالحکومت ہی کا افسر اعلیٰ نہیں رہا بلکہ صوبہ جات کے حاکموں کا بھی جنگی حاکم رہا۔ ان صوبوں کے حاکم اور ضلعوں یا جاگیروں کے سردار اپنے اپنے علاقہ میں پوری حکومت رکھتے تھے لیکن بادشاہ کا اختیار تھا کہ جب چاہے انہیں معزول کردے۔ لہٰذا انہیں ہمیشہ اس بات کا خیال رہتا تھا کہ ایسا انتظام رکھیں جس سے انصاف پورا پورا ہو یا شاہی دربار میں اپنے کارندے رکھیں جو ان کی بہتری کے نگران رہیں۔ اسی طرح فوج میں بادشاہ کے متعلقین سرداروں اور امیروں کے آوردے اور مقامی دیسی قومیں بھرتی ہوا کرتی تھیں۔ [18] بابر کی فتوحات کے زمانہ میں بھی ملک کے مالیہ کا انتظام اور تجارت زیادہ تر ہندو ہی چلاتے تھے۔ [19]

بابر کے عہد میں تعمیر کردہ بابری مسجد سے متعلق ہندو مسلم متضاد خیالات ملتے ہیں۔ اجودھیا، شمالی ہند میں واقع، اترپردیش (یوپی) کے ضلع فیض آباد میں ایک قصبہ ہے۔ رزمیہ نظم کی کتاب 'رامائن' میں چونکہ اس کا تذکرہ شری رام کی

---

17 اکرام، شیخ محمد، **رود کوثر**، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، ۱۹۹۴ء)، ۲۳

18 میلن کرنل، **شہنشاہ اکبر**، مترجم لالہ شودیال، (کراچی: سٹی بک پوائنٹ اردو بازار، ۲۰۰۶ء)، ۶۳

19 عزیز احمد، **برصغیر میں اسلامی کلچر**، مترجم ڈاکٹر جمیل جالبی، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، ۱۹۹۷ء)، ۱۵۳، حوالہ بابر، تزک، لیڈن اینڈ ایرسکن ii (۳۴۱)

جائے پیدائش کے طور پر کیا گیا ہے۔ لہٰذا ہندوؤں کے مطابق زمانہ قدیم سے یہ ایک مقدس زیارت گاہ ہے، وہ ڈھانچہ جسے عام طور پر رام جنم بھومی /بابری مسجد کے نام سے جانا جاتا ہے، میر باقی نے اجودھیا میں ۱۵۲۸ء میں کھڑا کیا تھا۔ بعض حلقوں کی جانب سے یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ ڈھانچہ اس مقام پر بنایا گیا تھا جو شری رام کی جائے پیدائش ہے، جہاں عرصہ قبل ایک مندر موجود تھا، اس سے ایک تنازعہ پیدا ہوا جو زمانے سے چلا آ رہا ہے۔ اجودھیا کے اس حصہ (کوٹ رام چندر) میں ۱۸۵۵ء میں ایک مختصر لڑائی ہوئی تھی جس کے نتیجہ میں کثیر تعداد میں انسانی جانیں تلف ہوئیں تھیں۔[20]

مندر کی جگہ مسجد بنانے کی بات کو بابر کی وصیت کے تناظر میں دیکھا جائے تو اس کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ بابر نے ہمایوں کو وصیت کی تھی کہ مذہبی تعصب کو دل میں جگہ نہ دینا، لوگوں کے مذہبی جذبات و مذہبی رسومات کا خیال رکھتے ہوئے کسی رعایت کے بغیر سب لوگوں کے ساتھ پورا انصاف کرنا، گاؤکشی سے بالخصوص پرہیز کرنا تاکہ اس سے تمہیں لوگوں کے دل میں جگہ مل جائے اور اس طرح وہ احسان اور شکریے کے جذبات رکھتے ہوئے تمہارے مطیع ہو جائیں گے۔ تمہیں کسی قوم کی عبادت گاہ نہیں گرانا چاہیے اور ہمیشہ سب سے پورا انصاف کرنا چاہیے تاکہ بادشاہ اور عوام کے تعلقات اچھے رہیں اور ملک میں امن و امان رہے۔ لہٰذا بابر کے متعلق یہ خیال کرنا کہ اس نے ایک مندر کی جگہ مسجد تعمیر کروائی، قرین قیاس نہیں۔ حال ہی میں انڈیا کے الہٰ آباد ہائی کورٹ نے تاریخی حقائق کی بجائے ثالثی فیصلہ دیا ہے کہ جس کے مطابق اس جگہ کا دو تہائی ہندو اور ایک تہائی مسلمان استعمال کریں تاہم انڈین سپریم کورٹ نے اس فیصلہ کو معطل کر دیا ہے۔

ہمایوں کا دور حکومت:

۱۵۳۰ء میں ہمایوں جب تخت نشین ہوا، اس وقت اس کی عمر چوبیس برس تھی۔ بابر کی وفات اور تخت نشینی کے بعد ہمایوں کے نام کا سکّہ ملک میں جاری ہوا اور اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ ہمایوں نے باپ کی وصیّت پر عمل کرتے ہوئے اپنے بھائیوں سے بہت اچھا سلوک کیا۔[21]

---

[20] نرسمہاراؤ۔ پی۔ وی، **بابری مسجد تباہی اور بربادی کی داستان**، مترجم ظفر ندیم، (لاہور: فیکٹ پبلیکیشنز ٹیمپل روڈ، ۲۰۰۸ء)، ۱۴

[21] **فرشتہ: تاریخ فرشتہ**، مترجم خواجہ عبدالحئی، ۲: ۱۴۱

افغانوں کی قوّت ابھی پوری طرح سے ختم نہیں ہوئی تھی، وہ مغلوں سے کھویا ہوا اقتدار واپس لینے کے خواہش مند تھے۔ ہمایوں کا مخالف گجرات کا بادشاہ بہادر شاہ تھا۔ اس کی سلطنت کافی وسیع تھی، اس نے اپنی فوج میں کافی اضافہ کیا، وہ راجپوتانہ کو فتح کرنا چاہتا تھا۔ دوسری طرف ہمایوں کا خزانہ خالی تھا اور فوج بھی کم تھی۔ ہمایوں نے پہلے جونپور کے قریب چند افغان سرداروں کی بغاوت کا خاتمہ کیا اور پھر کالنجر کا رُخ کیا۔ اسے فتح کرکے وہ آگرہ واپس لوٹا اور یہاں سے اپنا ایک ایلچی حاکم بہار فرید خان عرف شیر خان کی طرف بھیجا کہ قلعہ چنار واپس کیا جائے۔ شیر خان نے قلعہ واپس دینے سے انکار کر دیا۔ اس وقت چونکہ ملک میں فتنہ وفساد رونما ہو رہے تھے اس لیے ہمایوں نے قلعہ چنار شیر خان کے پاس ہی رہنے دیا اور اس سے مناسب شرائط پر صلح کر لی۔ [22]

اسی زمانے میں ہمایوں کے کچھ درباری بہادر شاہ حاکم گجرات کے پاس چلے گئے اور آپس میں یہ مشورہ کیا کہ حکومت کس طرح مغلوں سے واپس لی جائے۔ ۱۵۳۳ء میں بہادر شاہ نے چتوڑ فتح کیا اور پھر مندرسور آیا۔ مندرسور میں ہمایوں کا لشکر اور بہادر شاہ کا لشکر آمنے سامنے ہوئے، بہادر شاہ کو شکست ہوئی اور وہ وہاں سے فرار ہو گیا۔ مغل گجرات پر قابض ہو گئے اور عسکری مرزا وہاں کا حاکم مقرر ہوا۔ ہمایوں نے چمپانیر کا قلعہ فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ قلعہ فتح کرنے کے قریب تھا کہ گجرات میں بغاوت ہو گئی۔ عسکری مرزا احمد آباد چھوڑ کے آگرہ چلا گیا اور یوں وہ زرخیز علاقہ جسے ہمایوں نے اتنی محنت سے فتح کیا تھا عسکری مرزا کی غلطی کی وجہ سے اس علاقے سے محروم ہونا پڑا۔ [23]

اسی دوران سلطان محمود حاکم بنگال، جلال خان ولد شیر خان کے مقابلہ میں میدان جنگ سے زخمی ہو کر بھاگا اور ہمایوں کے پاس جا پہنچا۔ اس نے ہمایوں سے بنگال پر حملہ کرنے کی درخواست کی۔ ۱۵۳۸ء میں ہمایوں بنگال فتح کرنے کے ارادے سے نکل پڑا، شیر شاہ کی فوج بھی تیار تھی آخر کار دونوں فوجیں چونسہ کے مقام پر آمنے سامنے ہوئیں۔ ہمایوں کو اس لڑائی میں شکست کا سامنا کرنا پڑا، بڑی مشکلوں سے وہ آگرہ پہنچا۔ ۱۵۳۹ء میں ہمایوں دوبارہ ایک زبردست فوج کے ساتھ لڑائی کے لیے نکلا اور قنوج کے مقام پر شیر خان سے جنگ کی لیکن دوبارہ شکست ہوئی

---

[22] **فرشتہ: تاریخ فرشتہ**، مترجم خواجہ عبدالحیٔ، ۲: ۱۴۱

[23] ایضاً، ۲: ۱۴۴

۔ ان لڑائیوں کے بعد ہمایوں اور شیر خان کے درمیان آپس میں ایک معاہدہ ہوا کہ رہتاس اور بنگال پر شیر شاہ کا قبضہ رہے گا لیکن شیر شاہی مقبوضات میں سکہ ہمایوں کے نام کا چلے گا اور شمالی ہندوستان کے باقی حصے پر ہمایوں کی فرمانروائی ہو گی۔ شیر شاہ نے بظاہر ان شرائط کو مان لیا لیکن دوسرے دن مغل فوج کو لڑائی سے غافل پا کر ان پر حملہ کر دیا۔ شاہی لشکر کو صف آرائی کی مہلت بھی نہ ملی، شاہی لشکر اور ہمایوں پریشانی کے عالم میں دریائے گنگا میں کود گئے۔ ایک شخص نظام سقّہ کی مدد سے ہمایوں ساحل تک پہنچا پھر دہلی سے ہوتا ہوا لاہور چلا گیا۔ مرواڑ کے راجا نے جانثاری کے وعدے کیے تھے لیکن جب ہمایوں اس کی ریاست میں پہنچا تو اس نے اپنے وعدے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس سے جان چھڑائی، ہمایوں سندھ چلا گیا اور بالآخر مایوس ہو کر ملک چھوڑ کر چلا گیا۔ سندھ اور راجھستان کے سفر کے دوران عمر کوٹ میں ۱۵۴۲ء میں اکبر پیدا ہوا۔ [24] پھر چند ساتھیوں کے ساتھ سیستان کے راستے شاہ ایران طہماسپ صفوی کی پناہ لی۔ اس نے ہمایوں کی بہت عزّت کی اور بارہ سال اپنے پاس رکھا۔ وہاں ہمایوں کی کوشش سے دس ہزار ایرانی قزلباش اس کے ساتھ آئے اور کئی مہینے کے محاصرے کے بعد قندھار قبضے میں کیا۔ پھر کابل وبدخشاں کے علاقے فتح کیے بالآخر ہمایوں کو کابل میں دوبارہ حکومت مل گئی۔ اور جب سوری خاندان کا شیرازہ بکھرا تب وہ چودہ سال بعد دوبارہ ۱۵۵۴ء میں ہندوستان حکمرانی کے لیے آیا۔ [25]

ہمایوں علم دوست اور نرم طبیعت کا مالک تھا۔ وہ اپنی خوش خلقی، نرم مزاجی اور سماجی میل جول کے باعث مشہور تھا۔ بابر کی جفاکشی کا یہ عالم تھا کہ جمنا میں کود کر دہلی سے آگرہ تک تیر تا چلا جاتا تھا اور گھوڑے کی پشت پر مسلسل دو سو میل سفر کرنا اس کے لیے کوئی بات نہیں تھی۔ جبکہ اس کے برعکس ہمایوں اگرچہ ایک بہادر انسان تھا لیکن آرام طلب اور عیش پسند تھا۔ فوج کو بابر کی طرح قابو میں نہیں رکھ سکتا تھا۔ اسی طرح اس کے بھائیوں نے اس سے جھگڑے کیے اور اس کی راہ میں رکاوٹیں ڈالیں۔ یہ تمام اسباب شیر شاہ سوری کے مقابلہ میں اس کی ناکامی کا سبب بنے۔ شیر شاہ کے جانشین چونکہ کمزور تھے۔ پنجاب پر سکندر شاہ کا قبضہ تھا لہٰذا ہمایوں ۱۵۵۴ء میں پندرہ ہزار سواروں کے ساتھ کابل سے نکلا اور ہندوستان آکر لاہور پر قبضہ کر لیا۔ پھر سرحد کے نزدیک ماچیواڑ میں سکندر شاہ

---

[24] گلبدن بیگم بنت بابر بادشاہ، **ہمایوں نامہ**، مترجم رشید اختر ندوی، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء)، ۴۳

[25] **فرشتہ: تاریخ فرشتہ**، مترجم خواجہ عبدالحئی، ۲: ۱۹۵

سوری کو شکست دی۔ ۱۵۵۵ء میں ہمایوں ایک فاتح کی حیثیت سے دہلی داخل ہوا۔ اس نے اپنے بیٹے شہزادہ اکبر خان اور اس کے اتالیق بیرم خان کو سکندر شاہ سوری کی سُن گُن رکھنے کے لیے پنجاب میں ہی چھوڑا۔ اس کامیابی کے چھ ماہ بعد ہمایوں سیڑھیوں سے گر کر پھسل گیا اور تین دن بے ہوش رہ کر ۱۵۵۶ء میں وفات پا گیا۔ ہمایوں کی موت کے وقت اس کا بیٹا اکبر دہلی میں موجود نہیں تھا، وہ اپنے اتالیق بیرم خان کے ساتھ پنجاب میں بچے کھچے سوری اور افغانوں کے خلاف کاروائی کر رہا تھا۔ جب ہمایوں کی موت کی خبر بیرم خان کو بھیجی گئی اس نے بہت جلد انتظام کر کے وہیں ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں کلانور میں اکبر خان کی تخت نشینی کا اعلان (۱۴ فروری ۱۵۵۶ء) کر دیا۔ [26]

ہمایوں ایک بہادر حکمران تھا۔ اہل علم کی قدر کیا کرتا تھا۔ ہمایوں کو علم ہیئت اور ریاضی سے خاص دلچسپی تھی۔ اسطرلاب ہمایوں کی علمی یادگار ہے۔ شاعری سے شغف رکھتا تھا۔ وہ خود ایک شاعر تھا اور شاعروں کا قدردان بھی تھا۔ [27] ہمایوں نے بابر کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ بھی تعلقات اچھے رکھے۔ کرنل ٹاڈ اپنی تصنیف تاریخ راجھستان میں لکھتے ہیں کہ ابتدائی عملداری میں ہمایوں چتوڑ کی راج کماری کو رناوتی کا دھرم بھائی بن گیا اور اس نے اس کی خدمت کرنے کا وعدہ کر لیا تھا اور یہ خدمت اس نے بڑی وفاداری سے کی۔ ہمیشہ اسے اپنی عزیز اور نیک بخت بہن کہہ کر مخاطب ہوتا تھا۔ راجا بہاری مل والیٔ آمیر سے بھی اس نے بڑا دوستانہ کر لیا تھا یہ بھگوانداس کا باپ تھا۔ بعد ازاں ہمایوں کے بیٹے اکبر نے اس کی بیٹی سے شادی کی۔ [28] ہمایوں انتظامی صلاحیتوں کا مالک تھا۔ یہ ہمایوں کی قابلیت کی دلیل ہے کہ اس نے اپنی کھوئی ہوئی سلطنت دوبارہ قائم کر لی اور مغلیہ حکومت کی بنیادیں استوار کیں۔

---

26 **فرشتہ: تاریخ فرشتہ**، مترجم خواجہ عبدالحئی، ۲: ۲۰۵، ۱۹۴

27 ثروت صولت، **ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ**، (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، ۲۰۰۴ء)، ۲: ۲۷۰

28 کرنل میلن، **رولرز آف انڈیا سیریز**، اردو ترجمہ، شہنشاہ اکبر، مترجم لالہ شودیال، ۱۴۷

نتائج تحقیق:

مقالہ سے اخذ کردہ نتائج درج ذیل ہیں:

۱۔ بابر اعلیٰ اوصاف کا حامل انسان تھا، وہ بیک وقت صاحب سیف وصاحب قلم تھا۔

۲۔ بابر کی لکھی ہوئی تزک بابری ایک شاندار کتاب ہے۔ اس میں لفاظی نہیں بلکہ مشاہدہ کی ہوئی چیزوں کا بیان ہے۔

۳۔ بابری دور کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس نے اپنے دور میں رواداری کے اصول کو فروغ دیا اور مذہبی اختلاف کی بنیاد پر کسی کو قتل نہیں کرایا۔ اس نے جنگوں میں کامیابی کے باوجود رحم دلی کا برتاؤ کیا۔

۴۔ بابر کے وصیت نامہ سے اس کی یہاں کی فوجی مہمات کی حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اس کا مقصد غیر مسلموں کو نیچا دکھانا نہیں بلکہ اپنے اقتدار کو مستحکم کرنا تھا۔ چنانچہ اس راستے میں اگر مسلمان بھی رکاوٹ بنے جیسے لودھی حکمران، تو وہ ان سے بھی نبرد آزما ہوا۔ اس بنیاد پر اس نے ہندوؤں سے بھی جنگ کی۔

۵۔ بابر نے شہزادہ ہمایوں کے لیے جو وصیّت لکھی وہ اس کی مدبرانہ قابلیت پر دلیل ہے۔

۶۔ بابر کی فتوحات کے زمانہ میں بھی ملک کے مالیہ کا انتظام اور تجارت زیادہ تر ہندو ہی چلاتے تھے۔

۷۔ ہمایوں کو علم ہیئت اور ریاضی سے خاص دلچسپی تھی۔ وہ خود ایک شاعر تھا اور شاعروں کا قدردان بھی تھا۔

۸۔ ہمایوں علم دوست اور نرم طبیعت کا مالک تھا۔ ہمایوں اگرچہ ایک بہادر انسان تھا لیکن آرام طلب اور عیش پسند تھا۔ فوج کو بابر کی طرح قابو میں نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس کے بھائیوں نے اس سے جھگڑے کیے اور اس کی راہ میں رکاوٹیں ڈالیں۔ یہ تمام اسباب شیر شاہ سوری کے مقابلہ میں اس کی ناکامی کا سبب بنے۔

۹۔ ہمایوں نے بابر کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ بھی تعلقات اچھے رکھے۔

۱۰۔ ہمایوں انتظامی صلاحیتوں کا مالک تھا۔ یہ ہمایوں کی قابلیت کی دلیل ہے کہ اس نے اپنی کھوئی ہوئی سلطنت دوبارہ قائم کرلی اور مغلیہ حکومت کی بنیادیں استوار کیں۔

سفارشات:

مقالہ سے اخذ کردہ نتائج کی روشنی میں درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ موجودہ دور میں حکمرانوں کو سیاست کے ساتھ ساتھ ادبی ذوق کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

۲۔ کسی بھی ریاست کے حکمرانوں کو بابر کی رواداری پر مبنی وصیت کا مطالعہ لازمی کرنا چاہیے تاکہ وہ عوام کی کسی بھی قسم کی دل آزاری سے محفوظ رہ سکیں۔

۳۔ حکمرانوں کو مغلیہ دور کی سیاسی پالیسیوں پر گہری نظر رکھنی چاہیے۔

۴۔ حکمرانوں کو عیش پسندی چھوڑ کر سخت محنت کے اصول اپنانا ہوں گے۔ جیسا کہ ہمایوں اگرچہ ایک بہادر انسان تھا لیکن آرام پسندی کی وجہ سے فوج کو بابر کی طرح قابو میں نہیں رکھ سکا تھا۔ لہٰذا یہ اسباب شیر شاہ سوری کے مقابلہ میں اس کی شکست کا مؤجب بنے۔

۵۔ حکمرانوں کو تاریخ اور سیاسیات کے مضامین کا دقت نظر سے مطالعہ کرنا ہوگا تاکہ وہ ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھیں اور انہیں دہرانے سے گریز کریں۔